بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# پیغام صلح انٹرنیشنل

جولائی ۲۰۲۱ء

ذیقعدہ/ذوالحجہ ۔ ۱۴۴۱ھ


## عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدّعی نبوّت نہیں مجدّد صدچہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔


### مدیران

شاہد عزیز

ارشد علوی

مسز سمیرا احمد


## فہرست مضامین


1: کلامِ امام: تیسرا درجہ رُوحانی حالتیں۔(اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۲۰)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲

۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ قُربانی کا اصل مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۵

۳: ایک نادر حوالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۸


## اعلان

احباب کو یہ سُن کر خوشی ہو گی کہ مرکز کے انگریزی ماہوار رسالے دی لائٹ میں جولائی ۲۰۲۱ء کے شمارے سے ڈچ، فرنچ اور سپینش میں مضامین شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔اِس سلسلے میں آیوری کوسٹ، یورا گوائے، سرینام اور کیوبا کے دوست تعاون کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ٹرکی میں ممبران سوشل میڈیا پر زبردست تبلیغ کر رہے ہیں۔ سب کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

## نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

**Radio Virtual Mosque on:**

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

Youtube: shorturl.at/foF02

### پروگرام واوقات

اتوار – اردو ۱۴:۰۰ انگریزی ۱۴:۳۰

جمعہ-انگریزی ۱۳:۰۰

عیدین-انگریزی ۱۱:۰۰

### پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-تدبر القرآن اردو

۱۹۳۰- Reflections on the Holy Quran انگریزی


احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ای میل: Imam@LACommunity.uk

# کلام امام

## از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط۔۲۰ صفحہ ۷۸ تا ۸۴)

---

**حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔**

**تیسرا درجہ رُوحانی حالتیں:** تیسرا سوال یعنی یہ کہ روحانی حالتیں کیاہیں۔ واضح رہے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ہدایت قرآن شریف کے روحانی حالتوں کا منبع اور سرچشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو بااخلاق ہونے کے مرتبہ سے باخُدا ہونے کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہ‘ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (الفجر:۲۷ تا ۳۰) یعنی اے نفس خُدا کے ساتھ آرام یافتہ۔ اپنے ربّ کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت کے اندر آجا۔ اس جگہ بہتر ہے کہ ہم رُوحانی حالتوں کے بیان کرنے کے لئے اس آیت کریمہ کی تفسیر کسی قدر توضیح سے بیان کریں۔

**مومن کی بہشت دُنیا میں بنتی ہے:** پس یاد رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کی رُوحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پاجائے۔ اور تمام اطمینان اور سرُور اور لذّت اس کی خدا میں ہی ہوجائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دُوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہاجاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی بہشت موعُود پر نظر ہوتی ہے اور یہ بہشت موجود میں داخل ہوتا ہے۔ اسی درجہ پر پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جس کا بوجھ اس کے سر پر ڈالا گیا ہے۔ درحقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اس کی رُوح نشوونما پاتی ہے اور جس پر اس کی رُوحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے۔ اور اس کے نتیجہ کا حصُول کسی دوسرے جہان پر موقُوف نہیں ہے۔

**نفسِ مطمئنّہ کی نشوونما۔ فیوضِ ربّانی کے حصُول کے طریق:** اسی مقام پر یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ ہماری ملامتیں جو نفسِ لوّامہ انسان کا اُس کی

## حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
## اور
## عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“۔ ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔“

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہوگا۔

۴. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ”اور ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

ناپاک زندگی پر کرتا ہے اور پھر بھی نیک خواہشوں کو اچھی طرح اُبھار نہیں سکتا اور بُری خواہشوں سے حقیقی نفرت نہیں دلا سکتا۔ اور نہ نیکی پر ٹھہرنے کی پوری قوت بخش سکتا ہے۔ اس پاک تحریک سے بدل جاتی ہیں جو نفسِ مطمئنہ کے نشوونما کا آغاز ہوتی ہے۔ اور اس درجہ پر پہنچ کر وقت آجاتا ہے کہ انسان پوری کامیابی حاصل کرے۔ اور اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں۔ اور رُوح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس وقت انسانی سرِشت پر ایک بھاری اِنقلاب آتا ہے۔ جو عادات میں ایک تبدّل عظیم پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دُور جا پڑتا ہے۔ دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے۔ اور خُدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے۔ اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے باہر پھینک دیتا ہے۔ سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے۔ اور فطرت کے تمام بُرجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دِل پر خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خُدا کے زیر سایہ چلتا ہے۔

چنانچہ خُداتعالیٰ آیاتِ ذیل میں انہی اُمور کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔

أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:۲۲) وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الحجرات:۸-۷) جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۱) یعنی خُدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیا ہے اور رُوح القدّس کے ساتھ ان کی مدد کی۔ اس نے اے مومنو! ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اس کا حُسن و جمال تمہارے دِل میں بٹھا دیا۔ اور کُفر اور بدکاری اور معصیّت سے تمہارے دِل کو نفرت دے دی۔ اور بُری راہوں کا مکرُوہ ہونا تمہارے دِل میں جما دیا۔ یہ سب کچھ خُدا کے فضل اور رحمت سے ہوا۔ حق آیا۔ اور باطل بھاگ گیا۔ اور باطل کب حق کے مقابل ٹھہر سکتا تھا۔

غرض یہ تمام اشارات اس روحانی حالت کی طرف ہیں جو تیسرے درجہ پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اور سچی بینائی انسان کو کبھی نہیں مل سکتی جب تک یہ حالت اس کو حاصل نہ ہو۔ اور یہ جو خُداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایمان ان کے دِل میں اپنے ہاتھ سے لکھا اور رُوح القدّس سے ان کی مدد کی۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آسمانی مدد اس کے شامل حال نہ ہو۔ نفسِ لوّامہ کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ بار بار توبہ کرتا اور بار بار گرتا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی صلاحیت سے نااُمید ہو جاتا ہے اور اپنے مرض کو ناقابل علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مُقدّر پُورا ہو جاتا ہے تو رات کو یا دن کو یک دفعہ ایک نُور اُس پر نازل ہوتا ہے اور اس نُور میں الٰہی قوت ہوتی ہے۔ اس نُور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور غیبی ہاتھ کا ایک قویٰ تصرّف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آجاتا ہے۔ اس وقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خُدا ہے اور آنکھوں میں وہ نُور آجاتا ہے جو پہلے نہیں تھا۔ لیکن اس راہ کو کیونکر حاصل کریں اور اس روشنی کو کیونکر پاویں سو جاننا چاہئے کہ اس دُنیا میں جو دارُالاسباب ہے ہر ایک معلول کے لئے ایک علّت ہے اور ہر ایک حرکت کے لئے ایک مُحرّک ہے۔ اور ہر ایک علم حاصل کرنے کے لئے ایک راہ ہے جس کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔ دُنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں۔ جو بغیر پابندی ان قواعد کے مِل سکے جو قدرت نے ابتداء سے اس کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ قانونِ قدرت بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک صراطِ مستقیم ہے اور اس کا حصول اسی پر قُدرتاً موقُوف ہے۔ مثلاً اگر ہم ایک اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھے ہوں اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہو تو ہمارے لئے یہ صراطِ مستقیم ہے کہ ہم اس کھڑکی کو کھول دیں جو آفتاب کی طرف ہے۔ تب ایک دفعہ آفتاب کی روشنی اندر آکر ہمیں منوّر کر دے گی۔ سو ظاہر ہے کہ اسی طرح خُدا کے سچے اور واقعی فیوض پانے کے لے بھی کوئی کھڑکی ہو گی۔ اور پاک رُوحانیت کے حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص طریق ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ رُوحانی اُمور کے لئے صراطِ مستقیم کی تلاش کریں۔ جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تمام اُمور میں اپنی کامیابیوں کے لئے صراطِ مستقیم کی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ مگر کیا وہ یہ طریق ہے کہ ہم صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اور اپنی ہی خود تراشیدہ باتوں سے خُدا کے وِصال کو ڈھونڈیں۔ کیا محض ہماری ہی اپنی منطق اور فلسفہ سے اس کے وہ دروازے ہم پر کھلتے ہیں جن کا کھلنا اس کے قوی ہاتھ پر موقوف ہے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ بالکل صحیح نہیں ہے۔

**خُدا کا وِصال دُعا سے مِلتا ہے:** ہم اس حیّ وقیُّوم کو محض اپنی ہی تدبیروں سے ہر گز نہیں پاسکتے۔ بلکہ اس راہ میں صراطِ مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی مع اپنی تمام قوتوں کے خُدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرکے پھر خُدا کے وِصال کے لئے دُعا میں لگے رہیں تاخُدا کو خُدا ہی کے ذریعہ سے پاویں۔

**سُورۃ فاتحہ کی لطیف تفسیر:** اور سب سے زیادہ پیاری دُعا جو عین محل اور موقع سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور فطرت کے رُوحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ دُعا ہے جو خُدائے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں یعنی سورہ فاتحہ میں ہمیں سکھائی ہے اور وہ یہ ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ تمام پاک تعریفیں جو ہوسکتی ہیں۔ اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ وہی خُدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لئے رحمت کا سامان میسّر کرنے والا ہے۔ اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت کے ساتھ جزا دینے والا ہے۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ وہ خُدا جو جزا کے دن کا وہی ایک مالک ہے۔ کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ اے وہ جو ان تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستِش کرتے ہیں۔ اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ اس جگہ ہم کے لفظ سے پرستِش کا اِقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قویٰ تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے آستانہ پر جھکے ہُوئے ہیں۔ کیونکہ انسان باعتبار اپنے اندرونی قویٰ کے ایک جماعت ایک اُمت ہے اور اس طرح پر تمام قویٰ کا خُدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھلا اور اس پر ثابت قدم کرکے ان لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام واکرام ہے۔ اور تیرے موردِ فضل وکرم ہوگئے ہیں۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۝۔ اور ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن پر تیرا غضب ہے۔ اور جو تجھ تک نہیں پہنچ سکے۔ اور راہ کو بھول گئے۔ آمین۔ اے خُدا! ایسا ہی کر۔

**خُدا کے فیُوض کن کو مِلتے ہیں:** یہ آیات سمجھا رہی ہیں کہ خُدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیُوض کہلاتے ہیں اُنہی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خُدا کی راہ میں قربانی دے کر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کرکے اور اس کی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دُعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو رُوحانی نعمتوں اور خُدا کے قُرب اور وِصال اور اُس کے مکالمات اور مخاطبات میں سے مِل سکتا ہے وہ سب ان کو مِلے اور اس دُعا کے ساتھ اپنے تمام قویٰ سے عبادت بجالاتے ہیں۔ اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں تک ان کے لئے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضبِ الٰہی کی راہوں سے دُور رہتے ہیں۔ سو چونکہ وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خُدا کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس لئے اُس کو پالیتے ہیں اور خُدا تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیر اب کئے جاتے ہیں۔

**اِستقامت کی حقیقت:** اس آیت میں جو اِستقامت کا ذکر فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہنچاتا ہے کامل اِستقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالتِ صِدق ووفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے۔ یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے۔ اور نہ کوئی دُوسری آفت نقصان پہنچا سکے۔ عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کرسکیں۔ پیاروں کی جدائی اس میں خلل انداز نہ ہوسکے۔ بے آبروئی کا خوف کچھ رُعب نہ ڈال سکے۔ ہولناک دُکھوں سے مارا جانا ایک ذرّہ دِل کو نہ ڈرا سکے۔ سو یہ دروازہ نہایت تنگ ہے۔ اور یہ راہ نہایت دُشوار گُذار ہے کس قدر مشکل ہے۔ آہ! صد آہ!!

**اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اِن آیات میں اشارہ فرماتا ہے۔**

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۣاقۡتَرَفۡتُمُوۡہَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَہَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَہَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ جِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (التوبۃ:۲۴) یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جس

کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں جو تمہارے دل پسند ہیں۔ خُدا سے اور اس کے رسُول سے اور خُدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو کہ جب تک خُدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خُدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھائے گا۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خُدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خُدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خُدا پر مقدّم رکھا۔

---

۶ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ، ۱۷ مئی ۱۹۲۹ء

# قربانی کا اصل مقصد

## (خطبہ عید الاضحی کے رہنما اصول)

## حضرت مولانا محمد علیؒ

(ذیل کا مضمون حضرت امیر ایدّہ اللہ نے ڈلہوزی سے احباب احمدیہ کی خاص توجہ کے لئے لکھ کر بھیجا ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے احباب اس کو نہ صرف خود غور سے مطالعہ فرما کر اس پر عمل درآمد کی کوشش کریں گے، بلکہ دوسروں کو بھی پڑھوا کر امر بالمعروف کا فرض ادا کریں گے۔۔ مدیر)

**جمعہ اور عیدین کے خطبوں کی غرض:** جمعہ اور عیدوں کے خطبوں کی اصل غرض قوم کو بیدار کرنا تھی۔ اور ان امور کی طرف توجہ دلانا تھی، جو نہ صرف فرداً فرداً ہر انسان کے لئے اصلاح کا موجب ہوں، بلکہ ان کی طرف بھی، جو قوم کی زندگی اور قوت کا موجب ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہندوستان میں مسلمانوں کے خطبے یا تو عربی زبان میں ہیں، جن کو کوئی سمجھتا نہیں۔ اور یا چند چھپے ہوئے خطبے ہیں۔ جن سے اصل غرض پوری نہیں ہوتی۔ اور جمعہ اور عیدین صرف رسم کے طور پر رہ گئے ہیں۔ اور پھر جمعہ میں عموماً بلند طبقہ کے لوگ شامل بھی نہیں ہوتے۔ گو یہ شکر ہے کہ اب تک عید میں یہ لوگ رسمی طور پر شامل ہو جاتے ہیں۔

**جمعہ اور عیدین کی امامت:** دوسرا امر قابل افسوس یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کی امامت، اس اصول کے مطابق، جو شارع علیہ السلام نے مقرر کیا تھا، ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں، جو قوم کو بیدار کر سکتے ہوں۔ بلکہ الا ماشاء اللہ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے، جو نہایت تنگ خیال واقع ہوئے ہیں۔ اور جن کو اپنا پیٹ بھرنے کی غرض ہے۔ قوم جیتی ہے یا مرتی ہے، اس سے ان کو کچھ سروکار نہیں۔ نہ ان کے اندر خود سے احساس موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم ہماری جماعت میں خطبوں کی یہ اصل غرض مفقود نہ ہو۔ اور نہ امامت کا اصل اصول ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ بلکہ ہمارے اندر امام وہ لوگ ہوں، جو قرآن کریم کو جاننے کے علاوہ حالات زمانہ سے بھی آگاہ ہیں، اور جماعت کو بہتر رستے پر لگا سکتے ہیں۔

**ہمارے خطبوں کی صورت کیا ہو؟:** میری یہ منشاء نہیں کہ کوئی خاص خطبہ کسی خاص موقعہ کے لئے لکھ دیا جائے۔ جسے ہر جگہ جماعت کے لوگ پڑھ دیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسی تحریریں بھی اصل غرض کو پورا کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں۔ بات وہی موئثر ہوتی ہے، جو دل کے جوش سے نکلے۔ البتہ یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم سب کے مد نظر ایک وقت میں ایک ہی بات ہو۔ جو موقعہ کے لحاظ سے موزوں بھی ہو۔ اور اپنے اپنے رنگ میں ہر جگہ ہمارے خطیب اس کو مد نظر رکھیں۔ اسی لحاظ سے میں عید الاضحی کے خطبہ کے متعلق چند باتیں اپنے احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سے احباب ان باتوں کے محتاج نہیں، مگر عام حالت کو مد نظر رکھ کر میں نے یہ چند باتیں لکھی ہیں۔ جماعت کے علاوہ کوئی دوسرا بھی ان سے فائدہ اُٹھالے، تو میرے لئے نہایت درجہ خوشی کا موجب ہو گا۔

**ہمارا نصب العین:** عید الاضحیٰ کا دن دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر قربانی کی یادگار ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا۔ باپ اور بیٹے کا تعلق محبت کس قدر زبردست تعلق ہے! پھر بیٹا بھی اکلوتا بیٹا جو بڑھاپے میں ملا۔ مگر خدا کی رضا کا خیال کس قدر غالب تھا؟ کہ باپ اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دیتا ہے۔ یہ وہ بلند نصب العین ہے، جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہونا چاہئیے۔ اور جو ہماری آرزوئوں کا منشاء ہونا چاہئیے۔ مانا کہ سب لوگ اس بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن اگر ہم اس بلند مقام کو اپنا نصب العین بنائے رکھیں۔ اور ہمارے دل

میں ہر وقت نہیں، تو سال میں ایک دفعہ ہی یہ تڑپ پیدا ہوتی رہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی ایسی ہی قربانی کا کام کر سکیں، تو اس تڑپ کے پیدا ہونے سے ہماری زندگی میں ایک روشنی کی جھلک وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہے گی۔ اس لئے اصل بات، جو ہمیں اس عید کے خطبہ میں مد نظر رکھنی چاہیئے، یہ ہو کہ ہمارا نصب العین کوئی عظیم الشان قربانی کا کام ہونا چاہیئے۔

**نام ونمود کا خرچ اور خُدا کے لئے قربانی:** مسلمانوں کو اس وقت جس امر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، وہ خُدا کے رستے میں قربانی کرنا ہے۔ آج عام طور پر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ قریباً ہر شخص بیٹے بیٹی کی شادی کرنے بیٹھتا ہے، تو اس وقت اس کی زبان پر اگر نہ بھی ہو، تو دل میں یہی ہوتا ہے کہ سب ارمان نکالے! کوئی اور نمود کا خرچ ہو اور یا رسم ورواج کے لحاظ سے ناک رکھنی مقصود ہو، تو بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ اپنے کھانے پینے، لباس، تماش بینی پر روپیہ برباد کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے کہا جائے، تو حد درجہ کی تنگ دلی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس وقت سب سے زیادہ مفلس اور قلاش بن جاتا ہے۔ اس وقت اسے یاد آتا ہے، کہ وہ مقروض بھی ہے۔ اور اگر تحقیق کی جائے، تو مقروض کس لئے ہوا تھا؟ کسی رسم ورواج کو پورا کرنے کے لئے! خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر ریاء کے لئے خرچ کرتے وقت! اگر جائداد بھی بِک جائے تو بیچنے میں ایک لمحہ کا توقف نہیں ہوتا۔ لیکن خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے تنگ دلی اور بخل کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

**مسلمان کا افلاس خُدا کے رستہ میں:** اپنی قومی بہتری پر خرچ کرنے کے لئے آج کوئی قوم اس قدر تنگ دل نہیں، جس قدر مسلمان تنگ دل ہیں۔ ہندو اپنی قومی ضروریات کے لئے، اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے، اور اسلام کی مخالفت کے لئے فراخ دلی سے دیتے ہیں۔ عیسائی تو ایسی ضروریات پر پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں۔ مگر مسلمان ان تمام ضرورتوں کے وقت افلاس اور تنگی کا عذر آگے کر دیتے ہیں! کبھی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اپنے کھانے پینے کا سوال ہو، جب منگنی شادی رچانی مقصود ہو، ختنے کرنے ہوں، اور امین کرنی ہو، تو اس وقت مسلمان کا افلاس کہاں ہوتا ہے؟ اس وقت سود کی رقم جو لالہ (ہندو سود کار) چاہے لگالے، جو جائداد چاہے، گرو کرالے، جو شرطیں چاہے، کرالے، جس قدر رقم چاہیئے، لکھوالے! اور خدا کے رستے میں دیتے وقت یہ یاد آتا ہے کہ میرا گزارہ کس طرح چلے گا؟

**احمدیت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے:** ہماری جماعت کے سامنے بھی اس بات کو بار بار لانے کی ضرورت ہے۔ احمدی ہو جانا کوئی سند نہیں۔ کہ اب ہم ہر بُری بات سے بچ گئے ہیں۔ اور ہر نیکی کی راہ کو اختیار کر لیا ہے۔ انسان بدی سے بچ بھی اپنی کوشش ہی سے سکتا ہے۔ اور نیکی کو اختیار بھی کوشش اور جدوجہد سے ہی کر سکتا ہے۔ جیسی سخت ایک طرف رسم ورواج کی زنجیریں ہیں، ایسی ہی سخت دوسری طرف بخل کی بیماری ہے۔ اور ان دونوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے پورا زور صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بار بار ان باتوں کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ قربانی کی روح کا جماعت میں پیدا ہونا آسان امر نہیں۔ اور اگر یہ روح ایک طاقتور جماعت میں بھی پیدا ہو جائے، تو قوم بچ سکتی ہے۔ مگر ہماری حالت کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ جماعت میں بڑی بڑی قربانیاں کرنے والے بھی ہیں۔ مگر جب تک ساری جماعت میں قربانی کی روح پیدا نہ ہو، اس وقت تک ہمیں دوسروں سے ممتاز کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ احمدیت نام ہی خُدا کے رستے میں قربانی کا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ہے۔ کیونکہ یہی وہ عہد ہے، جو ہم سے لیا گیا ہے۔ اور جو اب بھی جماعت میں شامل ہونے والوں سے لیا جاتا ہے۔

**کل افرادِ جماعت کا فرض:** اگر ہماری موجودہ جماعت کے کل کے کل افراد اس قدر قربانی کے لئے تیار ہو جائیں کہ وہ اپنی ماہوار آمدنی میں سے ۵ فیصد خدا کے رستے میں دیتے رہیں، جیسا کہ تین پیسہ فی روپیہ دینے کا فیصلہ ہماری جماعت کر چکی ہے، تو نہ صرف انجمن کا موجودہ کام ہی مشکلات سے نکل جائے گا، بلکہ ہماری جماعت اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور قدم بھی اُٹھا سکتی ہے۔

**قدم آگے بڑھانے کی آرزو:** مَیں اپنے دوستوں کو صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ وہ خیال نہ کریں کہ موجودہ کام ہی چلتا رہے، تو یہ ہمارے لئے بس ہے۔ اگر ہماری آرزوئوں اور کوششوں سے یہ بات نکل گئی کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں، اس سے آگے اور بہت سا کام ہے، جسے ہم نے کرنا ہے، تو ہم پر جلد جمود کی حالت طاری ہو جائے گی۔ دنیا میں جس قوم نے قدم آگے بڑھانا چھوڑ دیا ہے، وہ ہمیشہ پیچھے رہ گئی ہے۔ قربانی کی زبردست روح جماعت میں پیدا کرنا، یہ ہمارا سب سے پہلا کام ہے۔ اگر ہم نے جماعت میں یہ روح پیدا کر دی، تو پھر ہمیں کوئی فکر نہ ہونی چاہیئے، کہ ہمارے پیچھے کام سنبھالنے والا کون ہوگا؟ جس قوم میں قربانی کی روح

ہو، اسے خدا تعالیٰ برباد نہیں ہونے دیتا۔ ہمارے اندر خدا کا نام پھیلانے کے لئے، محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لئے اور قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے وہ دیوانگی کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے، کہ اس رستہ میں مال خرچ کرتے وقت اور قویٰ خرچ کرتے وقت دل میں راحت ہو۔ اگر ایک شخص اس رستہ میں فقیر بھی ہو جائے، تو وہ سمجھے کہ ابھی میں نے حق خدمت ادا نہیں کیا۔

**صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیاں:** وہ کیا چیز تھی؟ جس نے ایک عالم کو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے نظیر قربانیاں تھیں۔ ان کی زندگیوں میں ہمارے لئے سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ انہوں نے اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک، جرنیل سے لے کر سپاہی تک، خُدا کے رستے میں کیسی قربانیاں کیں! وہ سب سے زیادہ وطن کے خدمت گزار تھے۔ وہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ وہ سب سے بڑھ کر مال کمانے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے تھے۔ لیکن خدا کے رستے میں انہوں نے وطن کو اپنا وطن نہیں سمجھا، رشتہ داروں کو اپنے رشتہ دار نہیں سمجھا، مال کو اپنا مال نہیں سمجھا۔ وہ خدا کے رستے میں دیوانوں کی طرح تھے۔ ایک ہی ان کے دل میں تڑپ تھی۔ ایک ہی ان کی کوشش تھی کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ یہ روح ان کے اندر محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں کام نہ کرتی تھی، بلکہ بعد میں بھی یہ روح اسی طرح کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے خدا کا نام بلند کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کو اپنا وطن بنایا، اور کسی تکلیف کو تکلیف نہ سمجھا۔

**ہماری کامیابی کا راستہ:** آج دوبارہ اس روح کے پیدا کیئے بغیر ہم کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ ہماری بحثیں، ہمارے مناظرے اور ہمارے دعوے یہ سب رکھے رہ جائیں گے، اگر قربانی کی وہ روح ہم میں پیدا نہ ہو، جو خدا کے رستے میں ہمیں دیوانوں کی طرح کر دے۔ جو اپنے مال خدا کے رستے میں خرچ کرنا ہمارے لئے آسان کر دے۔ اور جو اس غلط خیال کو ہمارے دلوں سے نکال دے کہ ہم خدا کے رستے میں بہت کچھ دے چکے ہیں۔ اور اب ہم سے اور کیوں مانگا جاتا ہے؟ کیا حضرت اسماعیلؑ کی قربانی، جس کی یادگار میں ہم یہ عید منا رہے ہیں، ہمیں نہیں بتاتی کہ ہمیں کیا کچھ قربانی کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے؟ اور اپنا نصب العین کتنا بلند کرنا چاہیئے؟ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کی قربانیاں ہمیں نہیں بتاتیں؟ کہ کامیابی اسی وقت ہمارے قدم چومے گی، جب ہم سب کے سب چھوٹے اور بڑے مل کر خدا کے راستے میں ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیا آج کامیاب قوموں کی حالت ہمیں نہیں سکھاتی کہ اگر ہم نے زندہ رہنا ہے، اور دوسری قوموں میں ذلیل ہو کر نہیں رہنا، تو اپنے مال اور اپنی جانوں کو خدا کے راستے میں قربان کئے بغیر نہیں رہ سکتے!

**ہمارے باہمی تنازعات:** ہاں! صرف مال کی قربانی کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ ایک اور قربانی کی ضرورت بھی ہے۔ اور وہ ہے باہمی تنازعات اور ذاتی جھگڑوں کی قربانی۔ حضرت مسیح موعود نے اللہ کے فضل سے ہمیں اس راستے پر لگا دیا ہے کہ ہم ان فروعی جھگڑوں سے نکل کر، جن میں مسلمانوں کا بڑا حصہ گرفتار ہے، خدمت دین کے بلند کام پر لگ گئے ہیں۔

لیکن جہاں اجتماع ہوتا ہے، وہاں ایک اور قسم کے جھگڑے بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہمارے باہمی جھگڑے ہیں۔ بعض وقت ہمارے معاملات ایک دوسرے سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ کوئی کسی سے قرضہ لیتا ہے، اس پر جھگڑا ہوتا ہے۔ کہیں رشتے ناطہ کا تعلق ہوتا ہے، اس پر جھگڑا ہوتا ہے۔ کہیں قومی کاموں کے کرنے میں ہم میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص چاہتا ہے کہ یہ کام ایک طرح ہو۔ دوسرا چاہتا ہے کہ دوسری طرح ہو۔ اور پھر یہ ذاتی جھگڑے قومی کاموں کو تباہ کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ ہمارا سارا زور اس پر صرف ہوتا ہے کہ فلاں شخص، جس نے ہماری رائے کے مطابق نہیں کیا، اسے نیچے گرائیں۔ اور ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارا مقصد کچھ اور تھا۔ وہ مُلاں، جن کو ہم بُرا کہتے ہیں کہ وہ فروعی جھگڑوں میں پڑ کر خدمت اسلام کے کام سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں، فی الحقیقت انہی کے قدم پر ہمارا قدم بھی ہوتا ہے۔ جس فعل کی وجہ سے ہم دوسروں کو بُرا کہتے ہیں، وہ خود کرتے ہیں۔ اور محسوس نہیں کرتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

**جذبہ حیوانیت کی قربانی:** یہ حیوانیت کا جذبہ ہے۔ اور عید الاضحیٰ جو کچھ ہمیں سکھاتی، اس میں یہ بھی ایک سبق ہے کہ حیوانیت کے جذبہ کو قربان کرنا چاہیئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ گویا یہی سمجھایا کہ اصل ضرورت حیوانیت کو قربان کرنے کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انسان سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اپنے آپ کو ذبح کرے۔ بلکہ وہ اس سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی حیوانی خواہشات کو قربان کرے۔ یہ بہیمیّت کا جذبہ ہی ہے، جو ہم سے ایسے افعال کراتا ہے، جو آخر کار ہمارے ہی نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ پس جس وقت ایک حیوان کو قربان کرو، تو خوب سمجھ لو کہ اس حیوان کو قربان کرنے میں سبق یہی ہے کہ ہم بھی اپنے اندر سے حیوانیت کو قربان کر دیں۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور بعض مسلمان بھی بعض وقت نادانی سے بہک جاتے ہیں کہ یہ عید کیا ہے؟ ناحق حیوانات کا خون بہانا ہے! حالانکہ یہی لوگ خود اپنے پیٹ بھرنے کے لئے روز جانداروں کو مارتے ہیں۔ گوشت خور بھی اور سبزی خور بھی۔ تو کیا ایک ایسا قیمتی سبق حاصل کرنے کے لئے، کہ ہماری سب سے بڑی ضرورت جذبہ حیوانیت کو قربان کرنا ہے، ایک حیوان کو ذبح کرنا ظلم ہے؟ لیکن جب تک ہم قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی طرح دنیا کو یہ نہ دکھاویں، کہ واقعی ایک جانور کو ذبح کر کے ہم نے انسانیت کا کوئی بلند مقام حاصل کر لیا ہے، اس وقت تک یہ محض خون گرانا ہی ہے۔ اور اس وقت تک لوگوں کو اسلام کی بعض باتوں پر اعتراض کرنے کا موقعہ ہم خود دیں گے۔ پس آج جانوروں کی قربانی کے ساتھ اپنی بہیمیّت کو بھی قربان کرو۔ اور تمام ذاتی جھگڑوں

کو قربان کرکے، اپنی ساری طاقت اعلاء کلمۃ اللہ میں اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں لگادو۔

**خطبہ دینے والے:** یہ چند باتیں میں نے لکھ دی ہیں کہ ہمارے دوست عید الاضحی کے خطبہ میں ان کو مدنظر رکھیں۔ جماعت کی اصلاح کی کوشش کریں۔ مگر وہ اصلاح تب ہی ہوسکے گی، جب پہلے خطبہ دینے والے خود ان قربانیوں کا نمونہ دکھائیں۔ ہاں! توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (پیغام صلح۔ ۱۷ مئی ۱۹۲۹ء)

# ایک نادر حوالہ

## شاہد عزیز

حضرت مولانا نورالدین نے حضرت مسیح موعود کے کتبہ پر یہ لکھوایا

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود مجدد صد چار دہم۔

جماعت قادیان حضرت مسیح موعود کو نبی کہتی ہے اور جماعت احمدیہ لاہور پر الزام تراشی کرتی ہے کہ ہم نے اہلسنت کے خوف سے حضرت صاحبؑ کو مجدد کہنا شروع کردیا۔ حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جماعت احمدیہ لاہور کے کچھ احباب جب قادیان گئے تو قادیانی احباب نے یہی بات دھرائی۔ باتیں کرتے کرتے احباب حضرت مسیح موعود کی لحد پر دُعا کرنے پہنچ گئے تو احمدی احباب نے نوٹس کیا کہ حضرت مولانا نورالدینؓ نے حضرت مسیح موعود کے کتبہ پر جو الفاظ لکھوائے تھے وہ یہ تھے: جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود مجدد صد چار دہم۔ جب ہمارے بزرگوں نے قادیانی احباب کی توجہ اس طرف دلوائی تو قادیانی پریشان ہوگئے۔ احمدی احباب جب دوبارہ قادیان گئے تو کتبہ تبدیل ہو چکا تھا اور مجدد کے الفاظ حذف کردئے گئے تھے۔ جب بھی کوئی احمدی اِس واقعہ کا ذکر کرتا ہے تو جماعت قادیان یہی مطالبہ کرتی ہے کہ حوالہ پیش کرو کہ کتبہ اول پر مجدد لکھا تھا۔ یہ حوالہ ڈھونڈنے کے لئے میں نے بہت سی قادیانی کتابوں سے رجوع کیا اور آج مجھے مندرجہ ذیل حوالہ مل گیا۔

میں اپنے دوست عبدالرزاق صاحب مرحوم کا شُکر گزار ہوں جنھوں اپنی وفات سے قبل اپنی بہت سی کتابیں اپنے خرچ پر مجھے انڈیا سے انگلستان ارسال کی تھیں۔ جس کتاب میں یہ حوالہ مجھے مِلا وہ بھی اُنہی کی بھیجی ہوئی ہے۔ اللہ اُنہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

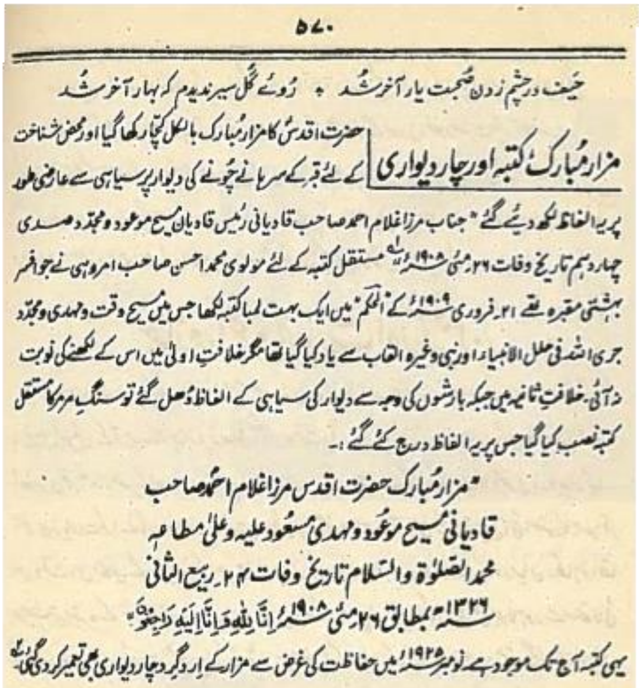
۵۷۰

حَیف در چشم زدن صُحبت یار آخر شُد ٭ رُوئے گُل سیر ندیدم کہ بہار آخر شُد

**مزار مُبارک، کتبہ اور چاردیواری** حضرت اقدسؑ کا مزار مُبارک بالکل کچا رکھا گیا اور محض شناخت کے لئے قبر کے سرہانے چُونے کی دیوار پر سیاہی سے عارضی طور پر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے "جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم تاریخ وفات ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء"۔ مستقل کتبہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے جو فخر بہشتی مقبرہ تھے ۲۱ر فروری ۱۹۰۹ء کے "الحکم" میں ایک بہت لمبا کتبہ لکھا جس میں مسیح وقت و مہدی و مجدد جری اللہ فی حلل الانبیاء اور نبی وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا تھا مگر خلافتِ اولیٰ میں اس کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ خلافتِ ثانیہ میں جبکہ بارشوں کی وجہ سے دیوار کی سیاہی کے الفاظ دُھل گئے تو سنگِ مرمر کا مستقل کتبہ نصب کیا گیا جس پر یہ الفاظ درج کئے گئے:۔

"مزار مُبارک حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ و علیٰ مطاعہ
محمد الصلوٰۃ والسلام تاریخ وفات ۲۴ ربیع الثانی
۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

یہی کتبہ آج تک موجود ہے۔ نومبر ۱۹۲۵ء میں حفاظت کی غرض سے مزار کے اردگرد چاردیواری بھی تعمیر کردی گئی۔